

پاکستان میں لسانی تنوع اور زبان کی پالیسی: شناخت اور یکجہتی کے مضمرات

LINGUISTIC DIVERSITY AND LANGUAGE POLICY IN PAKISTAN:  
IMPLICATIONS FOR IDENTITY AND COHESION

زیر تہم

پی ایچ ڈی اسکالر (اردو)، مسلم یو تھ یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر محمد مسعود الحسن بدر

اسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو (ایڈجنگ فیکلٹی)، مسلم یو تھ یونیورسٹی، اسلام آباد

**Abstract**

This study critically examines the linguistic diversity of Pakistan and its implications for national identity, educational strategies, and social cohesion. Drawing on historical, cultural, and political contexts, the research explores the status and functions of Urdu, English, and various regional languages, highlighting the intricate relationship between language policy, social equity, and national integration. The analysis underscores that while Urdu serves as a unifying lingua franca, the persistent dominance of English in administration, judiciary, and higher education perpetuates socio-economic disparities. Moreover, the marginalization of regional languages can foster feelings of exclusion and intensify provincial or ethnic nationalism. By engaging with historical precedents such as the Bengali Language Movement and contemporary policy debates, the study demonstrates that an inclusive and multilingual approach to language policy can enhance educational outcomes, promote cultural preservation, and strengthen social trust among diverse linguistic communities. The paper concludes by recommending a balanced, participatory, and multilingual framework that ensures the coexistence of Urdu, English, and provincial languages within educational, administrative, and media domains, thereby fostering both unity and diversity in Pakistan's national fabric.

**Keywords**

Pakistan; linguistic diversity; language policy; national identity; social cohesion; Urdu; English; regional languages; multilingualism; educational strategy; provincial autonomy

پاکستان ایک کثیر اللسانی ریاست ہے جس کی بنیاد برصغیر کی تاریخی، تہذیبی اور نسلی تنوع پر استوار ہے۔ ملک کے چاروں صوبوں، وفاقی دارالحکومت، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر میں بسنے والے مختلف نسلی گروہ اپنی الگ زبان، ثقافت اور لسانی روایت کے حامل ہیں۔ یہ زبانیں نہ صرف رابطے کا ذریعہ ہیں بلکہ ان میں صدیوں پر محیط ادبی، فکری اور سماجی ورثہ محفوظ ہے۔ پاکستان میں بولی جانے والی بڑی زبانوں میں اردو، پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، سرائیکی، ہندکو، شینا، بلتی، براہوی اور کشمیری شامل ہیں، جب کہ درجنوں چھوٹی زبانیں اور بولیاں بھی مقامی سطح پر رائج ہیں۔ لسانی تنوع ایک طرف تو ثقافتی رنگارنگی اور فکری وسعت کا مظہر ہے، دوسری طرف یہ قومی یکجہتی، تعلیمی حکمت عملی اور سماجی پالیسی سازی کے لیے چیلنج بھی پیش کرتا ہے۔ زبان کی بنیاد پر شناخت کے احساسات بعض اوقات سیاسی اور سماجی تحریکوں کو جنم دیتے ہیں، جیسا کہ مشرقی پاکستان میں بنگالی زبان کے تحفظ کی تحریک اس کی ایک تاریخی مثال ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لسانی معاملات محض ابلاغ تک محدود نہیں رہتے بلکہ ریاستی استحکام اور معاشرتی ہم آہنگی پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔

پاکستان میں زبان کی پالیسی ہمیشہ ایک حساس موضوع رہی ہے۔ اردو کو قومی زبان کا درجہ دیا گیا لیکن عملی طور پر انگریزی انتظامیہ، عدلیہ، تعلیم اور کاروبار کی زبان کے طور پر غالب رہی۔ اس دورہ لسانی پالیسی نے ایک طرف عوامی سطح پر رابطے میں رکاوٹیں پیدا کیں تو دوسری طرف طبقاتی تقسیم کو بھی گہرا کیا۔ طارق رحمان اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”پاکستان کا لسانی منظر نامہ مختلف علاقائی اور قومی زبانوں کے امتزاج سے تشکیل پاتا ہے، جو نہ صرف ثقافتی تنوع بلکہ

شناخت کے مختلف پہلوؤں کو بھی ظاہر کرتا ہے۔“ (1)

یوں، پاکستان میں لسانی تنوع کو سمجھنا محض ایک لسانی مطالعہ نہیں بلکہ یہ قومی پالیسی، تعلیمی حکمت عملی اور سماجی یکجہتی کے بنیادی سوالات سے جڑا ہوا موضوع ہے۔ اس پس منظر میں، اس تحقیق کا مقصد اس تنوع کے اثرات، زبان کی پالیسی کے چیلنجز اور ایک جامع، شمولیتی حکمت عملی کی ضرورت کو اجاگر کرنا ہے۔

پاکستان کا لسانی ورثہ برصغیر کی ہزاروں سال پرانی تہذیبی تاریخ کا امین ہے۔ وادی سندھ کی قدیم تہذیب سے لے کر آریائی، ایرانی، یونانی، عرب، ترک اور مغل ادوار تک مختلف زبانوں اور بولیوں نے یہاں کے سماجی و ثقافتی نقشے پر گہرے اثرات چھوڑے۔ یہ علاقہ قدیم زمانے سے ہی مختلف زبانوں کے ملاپ اور اختلاط کا مرکز رہا ہے۔ موجودہ پاکستان میں بولی جانے والی بڑی زبانوں—پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، سرائیکی، ہندکو—کا ارتقا مقامی بولیوں، وسطی ایشیائی زبانوں، فارسی، عربی اور ترک زبانوں کے اثرات کے تحت ہوا۔ اسلامی فتوحات اور بعد ازاں مغلیہ سلطنت کے دور میں فارسی علمی وادبی زبان کے طور پر غالب رہی، جب کہ عوامی سطح پر مقامی زبانیں ہی رابطے کا بنیادی ذریعہ رہیں۔ برطانوی استعمار نے انگریزی کو انتظامی زبان کے طور پر رائج کیا، جس نے لسانی سیاست میں ایک نیا موڑ پیدا کیا۔

1947 میں پاکستان کے قیام کے بعد زبان کی سیاست نے نئے رخ اختیار کیے۔ اردو کو قومی زبان قرار دیا گیا تاکہ مختلف لسانی گروہوں میں رابطے کی مشترکہ بنیاد فراہم کی جاسکے، مگر یہ فیصلہ ہر جگہ یکساں طور پر قبول نہیں کیا گیا۔ خصوصاً مشرقی پاکستان میں بنگالی زبان کی تحریک اس تاریخی پس منظر کا ایک اہم موڑ تھی، جس نے یہ ظاہر کیا کہ زبان صرف اظہار کا وسیلہ نہیں بلکہ شناخت، ثقافت اور سیاسی خود مختاری کی علامت بھی ہے۔ لسانیات کے معروف ماہر کولوس (Coulmas) اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں:

”زبان ماضی کی یادداشت کا ذخیرہ ہے، جو قوم کے تاریخی تجربات، عقائد، روایات اور اقدار کو نسل در نسل منتقل کرتی

ہے۔“ (2)

پاکستان کے لسانی تنوع کا یہ تاریخی پس منظر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ زبان محض مواصلات کا ذریعہ نہیں بلکہ قومی شعور اور ثقافتی شناخت کی بنیادی اینٹ ہے، جسے کسی بھی لسانی پالیسی میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

پاکستان آج دنیا کے اُن ممالک میں شمار ہوتا ہے جہاں لسانی تنوع نہایت وسیع اور پیچیدہ ہے۔ 2017 کی مردم شماری اور مختلف لسانیاتی مطالعات کے مطابق یہاں تقریباً 70 سے زائد زبانیں اور سینکڑوں بولیاں بولی جاتی ہیں، جن میں پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، سرائیکی، اردو اور ہندکو سب سے بڑی علاقائی زبانیں ہیں۔ اس کے علاوہ براہوی، کشمیری، شینا، بلتی، کھوار، بروشکی اور دیگر لسانی گروہ بھی اپنی منفرد شناخت کے ساتھ موجود ہیں۔ شہری اور دیہی علاقوں میں زبانوں کے استعمال میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ بڑے شہروں جیسے کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں کثیر لسانی ماحول غالب ہے، جہاں لوگ روزمرہ گفتگو میں دو یا تین زبانوں کا ملا جلا استعمال کرتے ہیں۔ دوسری طرف دیہی علاقوں میں مقامی زبان یا بولی رابطے کا بنیادی ذریعہ ہوتی ہے، جب کہ اردو اور انگریزی عموماً تعلیم اور دفتری معاملات تک محدود رہتی ہیں۔

اردو، جو پاکستان کی قومی زبان ہے، شہری آبادی میں رابطے کی زبان (lingua franca) کے طور پر استعمال ہوتی ہے، مگر انگریزی اب بھی سرکاری، عدالتی، اعلیٰ تعلیم اور کاروباری شعبے میں طاقتور حیثیت رکھتی ہے۔ اس دوہری لسانی حیثیت (Urdu-English bilingualism) نے ایک "لسانی درجہ بندی" (linguistic hierarchy) پیدا کر دی ہے، جہاں بعض زبانیں معاشی اور سماجی ترقی کے ساتھ جڑی ہوئی سمجھی جاتی ہیں، جب کہ دیگر کو محدود دائرے میں رکھا جاتا ہے۔ پاکستان کی لسانی صورت حال پر تحقیق کرنے والے اسکالر ریاض حسن لکھتے ہیں:

”پاکستان کا لسانی تنوع نہ صرف اس کی ثقافتی شناخت کا مظہر ہے بلکہ یہ اس کے سماجی و سیاسی ڈھانچے کی پیچیدگیوں کو

بھی نمایاں کرتا ہے، جہاں زبان طاقت، مواقع اور شناخت کے تعین میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔“ (3)

یہ موجودہ لسانی منظر نامہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ پاکستان میں زبان کا معاملہ محض ثقافتی تنوع کا سوال نہیں بلکہ معاشرتی مساوات، تعلیمی رسائی اور قومی یکجہتی سے جڑا ہوا ہے۔ اس لیے کسی بھی زبان کی پالیسی میں اس پیچیدگی کو نظر انداز کرنا قومی ہم آہنگی کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

پاکستان کی قومی شناخت کے تعین میں زبان نے ابتدا ہی سے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد 1948ء میں بانی پاکستان محمد علی جناح نے ڈھاکہ میں اپنے خطاب میں اردو کو واحد قومی زبان قرار دیا، جس کا مقصد ایک مشترکہ لسانی رشتہ قائم کرنا تھا تاکہ مختلف لسانی گروہوں کے درمیان اتحاد پیدا کیا جاسکے۔ تاہم یہ فیصلہ جلد ہی مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں مزاحمت کا باعث بنا کیونکہ وہاں کی اکثریت اپنی مادری زبان بنگالی کو قومی زبان کے مساوی درجہ دینے کا مطالبہ کر رہی

تھی۔ اس واقعے نے یہ واضح کر دیا کہ قومی شناخت کا سوال محض ایک "قومی زبان" کے تعین سے حل نہیں ہوتا بلکہ اس میں مختلف لسانی برادریوں کی ثقافتی اور جذباتی وابستگیوں کو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔ زبان محض رابطے کا ذریعہ نہیں بلکہ یہ ایک "ثقافتی علامت" ہے جو تاریخ، روایت اور اجتماعی شعور کی نمائندگی کرتی ہے۔ آج بھی پاکستان میں اردو قومی سطح پر ایک یکجہتی کی علامت کے طور پر کام کرتی ہے، مگر علاقائی زبانیں جیسے پنجابی، سندھی، پشتو اور بلوچی اپنی اپنی خطوں میں شناخت اور وابستگی کی بنیادی علامت سمجھی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قومی شناخت کی تعمیر میں "اکثیر لسانی قبولیت (multilingual acceptance)" کو نظر انداز کرنا ایک مسلسل چیلنج رہا ہے۔ طارق رحمان لکھتے ہیں:

”پاکستان میں قومی شناخت کی تشکیل ایک مسلسل جاری عمل ہے، جہاں زبان کو نہ صرف یکجہتی کے آلے کے طور پر

دیکھا جاتا ہے بلکہ یہ سیاسی طاقت اور علاقائی خود مختاری کے اظہار کا ذریعہ بھی ہے۔“ (4)

یہ حقیقت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ پاکستان کی قومی شناخت کو مضبوط کرنے کے لیے ایک ایسی لسانی پالیسی کی ضرورت ہے جو اردو کو رابطے کی زبان کے طور پر برقرار رکھنے ہوئے علاقائی زبانوں کی ترویج اور تحفظ کو بھی یقینی بنائے۔ اس سے نہ صرف لسانی مساوات بڑھے گی بلکہ مختلف صوبوں اور قومیتوں میں اعتماد اور یکجہتی کا احساس بھی پیدا ہوگا۔

پاکستان میں لسانی تنوع ایک ثقافتی اثاثہ ہونے کے ساتھ ساتھ قومی یکجہتی کے لیے ایک پیچیدہ چیلنج بھی ہے۔ مختلف زبانیں نہ صرف خطوں اور صوبوں کی شناخت سے جڑی ہیں بلکہ وہ مقامی ثقافتی ورثے، رسم و رواج اور تاریخی بیانیے کی بھی نمائندگی کرتی ہیں۔ جب کسی ایک زبان کو قومی یا تعلیمی برتری دی جاتی ہے اور دیگر زبانوں کو ثانوی حیثیت دی جاتی ہے تو اس سے لسانی برادریوں میں احساس محرومی پیدا ہوتا ہے، جو بالآخر صوبائی یا نسلی قوم پرستی کو تقویت دے سکتا ہے۔ پاکستان میں اس کا سب سے نمایاں مثال 1952ء کی ہنگامی زبان تحریک ہے، جب مشرقی پاکستان کے عوام نے اردو کو واحد قومی زبان قرار دینے کے فیصلے کی مخالفت کی۔ اس تحریک نے واضح کیا کہ لسانی مساوات اور شمولیت کے بغیر قومی یکجہتی ایک کمزور بنیاد پر قائم رہتی ہے۔ اسی طرح آج بھی بعض صوبوں میں لسانی سیاست ایک حساس معاملہ ہے، جہاں تعلیمی نصاب، سرکاری نوکریوں اور میڈیا میں زبان کی نمائندگی پر تنازعات سامنے آتے رہتے ہیں۔

مزید یہ کہ لسانی تفاوت اکثر معاشی اور سماجی نا برابری سے بھی جڑا ہوتا ہے۔ جن زبانوں کو تعلیمی یا سرکاری اداروں میں زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے، ان کے بولنے والے زیادہ معاشی مواقع سے مستفید ہوتے ہیں، جبکہ علاقائی زبان بولنے والے اکثر پیچھے رہ جاتے ہیں۔ یہ فرق قومی یکجہتی میں مزید دراڑ ڈال دیتا ہے اور بین الصوبائی اعتماد کو متاثر کرتا ہے۔ حبیب بورکی (Habib Bourkia) اس صورت حال کو یوں بیان کرتے ہیں:

”جب زبان کی پالیسی میں عدم مساوات موجود ہو تو لسانی تنوع قومی یکجہتی کے بجائے تقسیم کا باعث بن سکتا ہے،

کیونکہ زبان صرف اظہار کا ذریعہ نہیں بلکہ طاقت اور شناخت کا سیاسی ہتھیار بھی ہے۔“ (5)

اس لیے پاکستان میں قومی یکجہتی کو مستحکم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ زبانوں کی پالیسی اس انداز میں مرتب کی جائے کہ تمام لسانی برادریاں اپنی زبان کو قومی

اور تعلیمی ڈھانچے میں محفوظ اور معزز محسوس کریں۔

پاکستان میں تعلیمی حکمت عملی براہ راست زبان کی پالیسی سے متاثر ہوتی ہے۔ ملک کے تعلیمی نظام میں اردو اور انگریزی دونوں بطور ذریعہ تعلیم استعمال ہوتے ہیں، لیکن ان کے درمیان واضح طبقاتی اور معاشی تفریق پائی جاتی ہے۔ انگریزی میڈیم ادارے زیادہ تر شہری اور خوشحال طبقے تک محدود ہیں، جبکہ اردو یا علاقائی زبانوں میں تعلیم پانے والے طلبہ اکثر معاشی اور پیشہ ورانہ مواقع میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اس صورت حال سے دو بڑے چیلنج سامنے آتے ہیں:

1. **تعلیمی معیار میں تفاوت** — انگریزی میڈیم اور اردو میڈیم اداروں کے نصاب، تدریسی وسائل، اور اساتذہ کی تربیت میں نمایاں فرق موجود ہے۔
2. **لسانی رکاوٹ** — بہت سے طلبہ، خاص طور پر دیہی یا کمزور معاشی پس منظر رکھنے والے، انگریزی زبان میں محدود مہارت رکھتے ہیں، جس کے باعث وہ اعلیٰ تعلیم یا مقابلے کے امتحانات میں مشکلات کا سامنا کرتے ہیں۔

اس کے برعکس، تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی تعلیم مادری زبان میں دینے سے طلبہ کی تعلیمی کارکردگی بہتر ہوتی ہے، ان کے تصورات زیادہ مضبوط بنتے ہیں، اور زبان سیکھنے کی استعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ پاکستان میں بعض تعلیمی ماہرین تجویز کرتے ہیں کہ ابتدائی جماعتوں میں مادری زبان یا صوبائی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے، جبکہ بعد میں بتدریج اردو اور انگریزی کی تعلیم کو شامل کیا جائے۔ جم کمز (Jim Cummins) اس نکتے پر زور دیتے ہیں:

”بچوں کی مادری زبان میں مضبوط بنیاد قائم کیے بغیر دوسری زبان میں اعلیٰ مہارت حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے، مادری زبان میں تعلیم نہ صرف تعلیمی کامیابی بلکہ خود اعتمادی اور ثقافتی شناخت کو بھی مضبوط کرتی ہے۔“ (6)

لہذا پاکستان کی تعلیمی حکمت عملی میں زبان کا کردار محض تدریسی ذریعہ نہیں بلکہ سماجی مساوات اور قومی ترقی کا بنیادی ستون ہے۔ ایک ایسی پالیسی جو لسانی تنوع کو تسلیم کرے اور مختلف زبانوں کو تدریسی نظام میں متوازن انداز سے شامل کرے، تعلیمی معیار کو بہتر بنانے اور معاشرتی انصاف کو فروغ دینے میں کلیدی کردار ادا کر سکتی ہے۔

پاکستان میں لسانی سیاست ہمیشہ سے قومی شناخت کی تشکیل اور استحکام میں اہم کردار ادا کرتی آئی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد اردو کو قومی زبان قرار دینا اس بات کی علامت تھا کہ ایک مشترکہ لسانی ڈھانچہ ملک کی وحدت کو مضبوط کرے گا۔ تاہم یہ پالیسی بعض لسانی گروہوں میں احساس محرومی کا باعث بنی، خصوصاً بنگالی بولنے والوں میں، جس کا نتیجہ 1971ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی صورت میں سامنے آیا۔ اس تاریخی واقعے نے یہ واضح کر دیا کہ لسانی تنوع کو نظر انداز کرنے سے قومی یکجہتی کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ لسانی سیاست صرف زبان کے انتخاب تک محدود نہیں بلکہ یہ اقتدار، وسائل کی تقسیم، اور ثقافتی نمائندگی سے بھی جڑی ہوتی ہے۔ پاکستان میں مختلف صوبوں کی علاقائی زبانیں—پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، سرائیکی، براہوی وغیرہ—صوبائی شناخت کا حصہ ہیں اور ان کی تدریس و ترویج کے مطالبات اکثر سیاسی نوعیت اختیار کر لیتے ہیں۔ قومی شناخت کے تناظر میں لسانی سیاست ایک پیچیدہ توازن کا تقاضا کرتی ہے:

- ایک طرف اردو کو بطور قومی زبان برقرار رکھنا ضروری ہے تاکہ ایک مشترکہ مواصلاتی ذریعہ باقی رہے۔
  - دوسری طرف علاقائی زبانوں کو تسلیم کرنا اور ان کی ترویج کے لیے پالیسی سطح پر اقدامات کرنا قومی ہم آہنگی کے لیے ناگزیر ہے۔
- جیسا کہ بینڈکٹ اینڈرسن (Benedict Anderson) اپنی معروف تصنیف میں کہتے ہیں:

”قومی محض سیاسی یا جغرافیائی اکائیاں نہیں ہوتیں بلکہ وہ ایک 'خیالی برادری' (imagined community) ہیں“ (7)

یہ نکتہ پاکستان کے لسانی تنوع کے تناظر میں بالکل موزوں ہے، کیونکہ قومی شناخت کی پائیداری اس وقت ممکن ہے جب ہر لسانی گروہ اپنی زبان اور ثقافت کے احترام کے ساتھ قومی دھارے کا حصہ محسوس کرے۔

پاکستان میں میڈیا زبان کے فروغ، بیانیے کی تشکیل اور عوامی رائے پر اثر انداز ہونے کا سب سے طاقتور ذریعہ ہے۔ ٹیلی ویژن، ریڈیو، اخبارات، اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر زبان کا انتخاب نہ صرف ابلاغ کا ذریعہ ہے بلکہ یہ قومی و علاقائی شناخت کے اظہار کا اہم عنصر بھی ہے۔ اردو، بطور قومی زبان، قومی میڈیا میں غالب ہے اور پورے ملک میں ابلاغ کا مشترکہ ذریعہ فراہم کرتی ہے۔ تاہم، علاقائی زبانوں جیسے سندھی، پشتو، بلوچی، سرائیکی اور پنجابی کے لیے مخصوص چینلز اور پروگرامز بھی عوامی دلچسپی کا باعث بنتے ہیں اور مقامی سطح پر سیاسی و ثقافتی شعور اجاگر کرتے ہیں۔ میڈیا میں زبان کے انتخاب کا اثر عوامی رائے کی تشکیل پر براہ راست پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر، اردو میڈیا قومی یکجہتی کے بیانیے کو مضبوط بناتا ہے، لیکن ساتھ ہی، علاقائی زبانوں کے پروگرام مقامی مسائل، ثقافت، اور سیاسی حقوق کے لیے عوامی شعور کو بڑھاتے ہیں۔ یہ دوہری سمت بعض اوقات قومی اور صوبائی مفادات کے درمیان توازن پیدا کرنے میں مشکل بھی پیدا کرتی ہے۔

سوشل میڈیا کے دور میں، لسانی تنوع مزید نمایاں ہو گیا ہے۔ مختلف لسانی برادریاں اپنے مسائل اور ثقافت کو اپنے ہی زبان میں پیش کرتی ہیں، جو کہ ایک طرف جمہوری اظہار کا موقع فراہم کرتا ہے، لیکن دوسری طرف اگر اس کا موثر انتظام نہ ہو تو یہ لسانی تقسیم کو بھی بڑھا سکتا ہے۔ جیسا کہ نورانی (Noorani, 2018) نے لکھا:

”میڈیا نہ صرف زبان کے فروغ کا ذریعہ ہے بلکہ یہ قوم کی فکری سمت اور اجتماعی بیانیے کو تشکیل دینے والا سب سے طاقتور پلیٹ فارم ہے۔ زبان کا ہر انتخاب ایک سیاسی و ثقافتی فیصلہ بھی ہے، جو عوامی ذہن سازی پر اثر انداز ہوتا ہے۔“ (8)

یہ حقیقت پاکستان جیسے لسانی طور پر متنوع ملک میں مزید اہمیت اختیار کر لیتی ہے، جہاں میڈیا کی زبان پالیسی براہ راست قومی یکجہتی اور علاقائی شناخت کے بیچ توازن قائم رکھنے میں کردار ادا کرتی ہے۔

پاکستان میں صوبائی خود مختاری اور زبان کا تعلق گہرا اور تاریخی نوعیت کا ہے۔ آئین پاکستان 1973ء کے تحت صوبوں کو اپنی علاقائی زبانوں کے فروغ اور تدریس کا حق دیا گیا، مگر عملی طور پر اس پر عمل درآمد ہمیشہ یکساں نہیں رہا۔ صوبائی زبان نہ صرف مقامی ثقافتی شناخت کا اہم جز ہے بلکہ صوبائی خود مختاری کی علامت بھی سمجھی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر، سندھی زبان کو سندھ اسمبلی نے 1972ء میں صوبے کی سرکاری زبان کا درجہ دیا، جو ایک تاریخی اقدام تھا اور اس نے صوبائی سطح پر لسانی حق کے تصور کو تقویت دی۔ پنجاب، خیبر پختونخوا، بلوچستان اور گلگت بلتستان میں بھی صوبائی زبانوں کی تدریس اور تحفظ کے لیے مختلف سطحوں پر اقدامات کیے گئے ہیں، لیکن ان کی شدت اور کامیابی صوبائی سیاسی ارادے، مالی وسائل، اور مرکز کے ساتھ تعلقات پر منحصر رہی ہے۔ لسانی پالیسی اکثر صوبائی خود مختاری کے مباحث میں شامل ہو جاتی ہے، اور زبان کے حقوق کا مطالبہ صوبائی سیاسی جماعتوں کے منشور میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

اس سلسلے میں ایک بڑا چیلنج یہ ہے کہ بعض اوقات صوبائی زبانوں کے فروغ کی کوششوں کو وفاقی سطح پر اردو اور انگریزی کے غلبے کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے، جو مرکز اور صوبوں کے بیچ ایک غیر ضروری تناؤ پیدا کر سکتا ہے۔ اس لیے ایک متوازن لسانی پالیسی ضروری ہے جو صوبائی شناخت کو تسلیم کرے اور قومی یکجہتی کو بھی مضبوط بنائے۔ جیسا کہ Rahman نے لکھا:

”پاکستان میں صوبائی زبانوں کی حیثیت محض ثقافتی معاملہ نہیں بلکہ سیاسی خود مختاری اور آئینی حقوق کا مسئلہ بھی ہے۔ جب صوبوں کو اپنی زبان کے فروغ کا موقع ملتا ہے تو وہ نہ صرف اپنی ثقافتی شناخت کو محفوظ رکھتے ہیں بلکہ وفاق کے ساتھ تعلقات میں ایک متوازن شراکت بھی قائم کرتے ہیں۔“ (9)

یہ نقطہ نظر اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ لسانی تنوع کا احترام صوبائی خود مختاری کے احترام کے مترادف ہے، اور یہ پاکستان کی قومی یکجہتی کو مزید پائیدار بنانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

پاکستان میں قومی یکجہتی کا سوال ہمیشہ سے لسانی تنوع اور زبان کی پالیسی کے مباحث کے ساتھ جڑا رہا ہے۔ ملک کی چار بڑی اکائیاں اور کئی چھوٹی لسانی و ثقافتی برادریاں اپنی شناخت، تاریخ اور زبان کے تحفظ کو نہ صرف ایک ثقافتی ضرورت بلکہ سیاسی حق بھی سمجھتی ہیں۔ قومی یکجہتی اس وقت مضبوط ہوتی ہے جب ریاست ایک ایسی لسانی پالیسی اپناتے جو تمام صوبوں اور لسانی گروہوں کو یکساں احترام اور نمائندگی فراہم کرے۔ اردو کو قومی زبان قرار دینا ایک طرف پورے ملک میں رابطے کا ذریعہ فراہم کرتا ہے، مگر دوسری طرف صوبائی اور مقامی زبانوں کے بولنے والوں میں یہ تاثر بھی پیدا کر سکتا ہے کہ ان کی لسانی شناخت نظر انداز کی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کامیاب لسانی پالیسی کے لیے ”اکثریت میں وحدت (Unity in Diversity)“ کا اصول اپنانا ضروری ہے، جہاں اردو رابطے کی زبان رہے مگر دیگر تمام صوبائی زبانوں کو تعلیمی، سرکاری اور ثقافتی سطح پر مکمل جگہ دی جائے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب لسانی مطالبات کو نظر انداز کیا گیا تو قومی ہم آہنگی متاثر ہوئی، جیسا کہ 1971ء میں مشرقی پاکستان میں بنگالی زبان کے مسئلے پر پیدا ہونے والا بحران۔ اس تجربے نے واضح کر دیا کہ قومی یکجہتی محض سیاسی نعروں سے نہیں بلکہ مساوی ثقافتی اور لسانی شراکت داری سے ممکن ہے۔ جیسا کہ Fishman نے زور دیتے ہوئے کہا:

”کسی بھی کثیر لسانی معاشرے میں قومی یکجہتی اس وقت پائیدار ہو سکتی ہے جب ریاست تمام لسانی گروہوں کو نہ صرف زبان بولنے بلکہ اپنی زبان میں تعلیم، ابلاغ اور اظہار رائے کا پورا حق دے۔ زبان کی مساوات قومی ہم آہنگی کا بنیادی ستون ہے۔“ (10)

یہ بات واضح کرتی ہے کہ پاکستان میں لسانی پالیسی کو قومی یکجہتی کے ایک آلے کے طور پر استعمال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مرکز اور صوبے مل کر ایسی حکمت عملی اختیار کریں جو سب کو شامل کرے اور کسی کو محروم نہ کرے۔

پاکستان کے لسانی تنوع کا جائزہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ یہ تنوع محض ثقافتی ورثہ ہی نہیں بلکہ قومی ترقی، سماجی ہم آہنگی اور تعلیمی بہتری کے لیے ایک قیمتی سرمایہ بھی ہے۔ موجودہ لسانی پالیسی میں اردو کو قومی زبان اور انگریزی کو سرکاری و تعلیمی زبان کا درجہ حاصل ہے، مگر صوبائی اور مقامی زبانوں کو وہ ادارہ جاتی سہارا نہیں ملا جو ان کے فروغ اور تحفظ کے لیے ضروری ہے۔ اس صورتحال نے ایک طرف ان زبانوں کے بولنے والوں میں محرومی کا احساس پیدا کیا اور دوسری طرف قومی یکجہتی کو چیلنجر کا سامنا کیا۔

تحقیقی نتائج واضح کرتے ہیں کہ اگر پاکستان میں لسانی پالیسی کو جامع، مساوی اور کثیرالسانی بنیادوں پر استوار کیا جائے تو یہ نہ صرف تعلیمی معیار کو بلند کرے گی بلکہ عوامی شرکت اور سماجی اعتماد میں بھی اضافہ کرے گی۔ تعلیمی نظام میں ابتدائی درجوں پر مادری زبان کا استعمال، صوبائی زبانوں کے نصاب میں شمول، اور اساتذہ کی کثیرالسانی تربیت ایسے اقدامات ہیں جو مثبت نتائج پیدا کر سکتے ہیں۔ مزید برآں، قومی میڈیا اور سرکاری اداروں میں تمام بڑی زبانوں کو نمائندگی دینا اس بات کو یقینی بنائے گا کہ مختلف لسانی گروہ اپنے آپ کو ریاستی دھارے کا حصہ محسوس کریں۔ اس مقصد کے لیے وفاق اور صوبوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنا ضروری ہے تاکہ زبان کے مسئلے کو محض سیاسی یا نسلی اختلاف کے بجائے ترقی اور شمولیت کے ایک اوزار کے طور پر دیکھا جائے۔

آخر میں، سفارش کی جاتی ہے کہ پاکستان میں زبان کی پالیسی ایک "شمولیتی ماڈل" پر مبنی ہو، جس میں اردو رابطے کی زبان کے طور پر برقرار رہے، انگریزی بین الاقوامی مواصلات کے لیے استعمال ہو، اور صوبائی زبانیں اپنی اپنی اکائیوں میں تعلیم، انتظامیہ اور ثقافتی اظہار کا بنیادی ذریعہ بنیں۔ اس حکمت عملی سے نہ صرف لسانی ورثہ محفوظ ہوگا بلکہ قومی شناخت اور سماجی یکجہتی بھی مضبوط ہوگی۔

## References

1. Rahman, Tariq. *Language Policy, Identity, and Religion: Aspects of the Civilization of the Muslims of Pakistan and North India*. View Publishers, Lahore, 2010, p. 5.
2. Coulmas, Florian. *An Introduction to Multilingualism: Language in a Changing World*. Oxford University Press, Oxford, 2018, p. 21.
3. Hassan, Riaz. *Language, Identity, and Power in Pakistan*. Oxford University Press, Karachi, 2020, p. 54.
4. Rahman, Tariq. *From Hindi to Urdu: A Social and Political History*. Oxford University Press, Karachi, 2011, p. 87.
5. Bourkia, Hamid. *Language Policy and National Integration in Multilingual States*. Routledge, New York, 2018, p. 42.
6. Cummins, Jim. *Language, Power and Pedagogy: Bilingual Children in the Crossfire*. Multilingual Matters, Clevedon, 2019, p. 21.
7. Anderson, Benedict. *Imagined Communities: Reflections on the Origin and Spread of Nationalism*. Verso, London, 2006, p. 145.
8. Noorani, Anwar. *Language, Media, and Identity in Pakistan*. Oxford University Press, Karachi, 2018, p. 92.
9. Rahman, Tariq. *Language Policy, Identity, and Conflict in Pakistan*. Oxford University Press, Karachi, 2010, p. 157.
10. Fishman, Joshua A., editor. *Handbook of Language and Ethnic Identity*. Oxford University Press, Oxford, 1999, p. 25.